دارالافتاء

حافظ ثناء اللہ مدنی

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا؟

سوال:میں چند سال سے ماہنامہ 'محدث' کا مستقل قاری ہوں اور آپ کا سوال وجواب والا کالم بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ میں 'فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا' کے سلسلہ میں آپ کی رہنمائی چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے میں نے مجلّہ 'الدعوۃ' میں مفتی مبشر احمد ربانی صاحب کے قلم سے یہ مسئلہ پڑھا۔انہوں نے اپنے فتوے کی تائید میں امام ابن تیمیہؒ اور ابن قیم کی کتابوں کے اقتباسات نقل کئے۔ پھر مفتی اعظم ابن بازؒ کا فتویٰ پڑھا۔شیخ الحدیث حافظ محمد شریف صاحب سے خود میں نے پوچھا۔مولانا اقبال کیلانی کی کتاب 'نماز کے مسائل' میں بھی پڑھا۔ مذکورہ بالا تمام علما کے نزدیک یہ دعا بدعت ہے سنت نہیں۔ (کیونکہ میرے خیال میں جو چیز سنت نہ ہو، وہ بدعت ہی ہے۔)

البتہ مولانا عاصم الحدادؒ 'فقہ السنۃ' میں لکھتے ہیں کہ اس پر ہمیشگی ٹھیک نہیں۔ پھر میں نے مشہور محقق عالم حافظ زبیر علی زئی صاحب سے خط لکھ کر پوچھا۔ان کے دو خط میرے پاس ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

> فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں! بعض ضعیف احادیث میں فرائض کے بعد رسول اللہ ﷺ سے انفرادی دعا مروی ہے۔بعض علما مختلف روایات کے عموم اور ضعیف احادیث کی رو سے اسے ثابت سمجھتے ہیں مثلاً 'طبرانی' (یا شاید 'طبری') کی فضیل بن سلیمان والی روایت۔ اگر یہ روایت ثابت ہوجائے تو پھر فرائض کے بعد انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح دعا کرنا جائز ہے۔ یہ مسئلہ اجتہادی ہے، اس میں بدعت کا فتویٰ نہیں لگانا چاہئے اور قولِ راجح یہی ہے کہ یہ دعا نہ کی جائے ۔ اِلا یہ کہ کبھی کبھار کوئی مطالبہ ہو۔ چونکہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے، اس لئے جس کی جو تحقیق ہے عمل کرے۔ان شاء اللہ ماجور ہوگا۔

www.KitaboSunnat.com

دوسری طرف گوجرانوالہ کے عالم دین مولانا بشیرالرحمٰن سلفی صاحب نے اپنی کتاب غالباً 'الدعاء ؛ روحِ عبادت' میں اس دعا کو بہت ساری حدیثوں اور آیتوں کی رو سے سنتِ ثابتہ بتلاتے ہیں۔منکرین کو نوخیز علما میں شمار کرتے ہیں۔ان کے نزدیک سابقہ علماے اہلحدیث مثلاً مولانا اسماعیل سلفیؒ وغیرہ کا یہ موقف نہیں تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ایک روایت پر وہ بہت زور دیتے ہیں۔

اسی مسئلے پر اس سلسلے کی دوسری کتاب جس کے اوپر یعنی باہر والے ٹائٹل پر 'فرض نمازوں کے بعد دعائے اجتماعی کے فضائل و دلائل' از مولانا عبدالجبار سلفی اور اندر والے ٹائٹل پر 'فرض نمازوں کے بعد دعائے اجتماعی اور اہلحدیث کا مسلکِ اعتدال' لکھا ہوا ہے۔مولانا ابومسعود عبدالجبار سلفی صاحب بھی اسے سنت ہی بتلاتے ہیں اور بہت ساری حدیثوں اور آیتوں سے حوالے دیتے ہیں۔مؤخرالذکر دونوں علما منکرینِ اجتماعی دعا (یعنی علماء) کو بعض جگہ پر بہت سخت الفاظ کہہ جاتے ہیں جس کا اندازہ دونوں کتابیں پڑھنے سے ہوتا ہے۔

اب آپ بتائیں کہ ایسی صورتحال میں ہم کیا کریں۔دونوں طرف اہل حدیث علماء ہیں کچھ سنت بتلا رہے ہیں اور کچھ بدعت (معاملہ سنت اور بدعت کا ہے)۔اس سلسلے میں بہت سے سوال ذہن میں اٹھتے ہیں مثلاً :

① اہلحدیث علماء میں اتنا اختلاف کیوں ہے؟
② کیا واقعی یہ دعا بدعت ہے؟ اگر ہے تو پھر جو علماء اسے سنت سمجھتے ہیں، بالخصوص جن کا میں نے ذکر کیا ہے، ان کی کتابوں میں جو دلائل ہیں ان کا کیا کریں؟
③ اور اگر بدعت نہیں ہے تو جو علماء اسے بدعت سمجھتے ہیں، وہ کن دلائل کی رو سے اسے بدعت کہتے ہیں؟
④ یا پھر یہ مسئلہ اجتہادی ہے (سنت ، بدعت والا کوئی مسئلہ نہیں) جس کی جو تحقیق ہو عمل کرے۔دونوں طرح ٹھیک ہے...... گنجائش موجود ہے؟
⑤ انفرادی دعا فرائض یا سنن کے بعد باقاعدگی سے جائز ہے؟ یا کبھی کبھار؟
⑥ بعض علماء صرف جمعہ کی نماز کے بعد ہمیشہ دعا کرتے ہیں۔اس میں شرکت کا کیا حکم ہے؟

میں نے ساری تفصیل سے آپ کو آگاہ کر دیا ہے۔ برائے مہربانی دونوں صورتوں میں یعنی اگر بدعت ہے تو سنت کہنے والوں کے تمام دلائل کی حقیقت اور اگر سنت ہے تو منکرین کیوں اسے بدعت کہتے ہیں، مکمل تفصیل سے بیان کریں۔ نیز سابقہ علما اور محدثین کے مسلک کو بھی بیان کریں۔ جزاکم اللہ خیراً (محمد نوید عامر)

الجواب بعون الوہاب

بلا شبہ عام حالات میں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا متعدد احادیث سے ثابت ہے جس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے۔ اس موضوع پر علامہ سیوطی کا ایک مستقل رسالہ بنام فضض الوعاء فی أحادیث رفع الیدین فی الدعاء بھی ہے اور اسی موضوع پر حافظ منذری کی بھی ایک تصنیف ہے اور امام نووی نے المجموع شرح المہذب (۴/۵۰۷تا۵۱۱) میں صفة الصلاة باب کے آخر میں صحیحین سے یا دونوں میں سے کسی ایک سے قریباً تیس احادیث جمع کی ہیں جن میں دعا میں رفع الیدین کی تصریح موجود ہے۔ مزید برآں قرآن کی متعدد آیات میں دعا کی صرف ترغیب وتحریص ہی نہیں بلکہ دعا کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ جن کی عملی تفسیر خود رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

﴿وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى﴾ ''اور آپؐ اپنی خواہش نفس کی پیروی میں بات نہیں کرتے وہ تو وحی ہوتی ہے جو ان پر اتاری جاتی ہے۔'' (النجم:۳،۴)

شریعت کی قولی وفعلی تشریحات کتبِ احادیث اور ان کی شروح میں محفوظ ہیں جن کے ذریعے ایک طالبِ حق بآسانی مطلوبہ مقاصد سے آگاہی حاصل کرسکتا ہے۔ بالخصوص نماز ایک عظیم فریضہ ہے جس کی جملہ جزئیات کا عملی نمونہ ہمہ وقت آپ ﷺ خود تھے اور صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت آپ کی اقتدا میں پانچوں وقت نمازیں پڑھتی تھی۔ اُنہوں نے ہر اعتبار سے نماز کے مسائل کی وضاحت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مگر ان سے کسی ایک فرد نے بھی نماز کے بعد اجتماعی دعا کا ذکر تک نہیں کیا۔ پھر محدثین عظام جن کی حدیثی خدمات اظہر من الشّمس ہیں جنہوں نے ایک ایک فرمانِ نبوی سے بے شمار مسائل کا استنباط واستخراج کیا، کبھی کسی نے کسی روایت سے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا وجوب یا استحباب کا مسئلہ اَخذ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اجتماعی

www.KitaboSunnat.com

دعا کے قائلین نے جن روایات کو اپنے استدلال کی بنیاد بنایا ہے، وہ بھی ذخیرۂ حدیث میں موجود اور محدثین کے سامنے تھیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ ائمہ محدثین کے ابواب وتراجم کو اٹھا کر دیکھیں، آپ کو اجتماعی دعا کے فرض یا استحباب پر ادنیٰ سی جھلک بھی نظر نہیں آئے گی۔ اجتماعی دعا کے قائلین کے دلائل اور ان پر محاکمہ درج ذیل ہے:

1 بطورِ مثال حضرت ابوامامہ کی روایت کو لیجئے ......

رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ دعا کس وقت زیادہ قبول ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا:
جوف الليل الاخر ودبر الصلوات المكتوبات رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔ (ترمذی:۵/۱۸۸/عمل الیوم واللیلة للنسائی:ص۱۸۶)

یہ روایت ابواب ماجاء في جامع الدعوات کے ضمن میں بیان ہوئی ہے اور امام ترمذی نے اس پر حسن کا حکم لگایا ہے۔ اصل صورتِ حال یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس میں ابن جریج مدلس راوی ہے۔ دارقطنی نے کہا کہ بدترین تدلیس ابن جریج کی ہے کیونکہ وہ تدلیس اس وقت کرتا ہے جب اس نے حدیث کسی مجروح سے سنی ہو۔ اسی امر کی صراحت حافظ ابن حجر کی کتاب طبقات المدلسين میں بھی موجود ہے اور روایتِ ہٰذا کو ابن جریج نے عنعنه سے ذکر کیا ہے، سماع اور تحدیث کی صراحت نہیں کی۔

دوسری بات یہ ہے کہ سند میں انقطاع ہے کیونکہ اس میں راوی عبدالرحمٰن بن سابط کا ابن جریج سے سماع ثابت نہیں، امام ابن معین نے یہی کچھ کہا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ اس حدیث میں دبر الصلوات المكتوبات کا اضافہ 'شاذ' ہے۔ کیونکہ اس حدیث کی ابوامامہ سے پانچ سندیں اور بھی ہیں جن میں یہ اضافہ نہیں بلکہ صرف پہلے ٹکڑے جوف الليل الآخر پر اکتفا کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو 'الفتوحات الربانیۃ' :۳/۳۰

اگر اس حدیث کو مان بھی لیا جائے تب بھی چونکہ اس حدیث میں اجتماعی دعا کا تو ذکر ہی نہیں، اس لئے یہ دلیل کیسے بن سکتی ہے؟ صاحبِ مشکوٰۃ نے اس حدیث کو عنوان 'باب الذکر بعد الصلوٰۃ' کے تحت ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کے نزدیک اس سے مقصود عمومی ذکر واذکار ہیں جو انفرادی طور پر ہاتھ اٹھائے بغیر دعا ہی کی ایک شکل ہے اور ان میں کسی کو کوئی

www.KitaboSunnat.com

اختلاف ہی نہیں کہ جس طرح حالت نماز میں ذِکر ہیں، اسی طرح سلام پھیرنے کے بعد بھی بہت ساری دعائیں پڑھنا مسنون ہیں۔ ہر مقام پر یہ سمجھ لینا کہ ہاتھ اُٹھائے بغیر دعا کا کوئی تصور نہیں، ایسا تصور جہالت اور شرعی نصوص سے لاعلمی پر مبنی ہے۔

❷ اجتماعی دعا کے قائلین کا استدلال مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت سے بھی ہے جو یزید بن اسود عامری سے مروی ہے کہ

صليت مع رسول الله ﷺ الفجر فلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی جب آپؐ نے سلام پھیرا تو قبلہ کی طرف سے منہ موڑ کر دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا کی۔'' (مصنف، کتاب الصلوٰۃ: ۳۰۲/۱)

اس روایت کی سند بھی 'حسن' درجہ کی ہے مگر اس میں ورفع يديه ودعا کے الفاظ نہیں☆۔

یہ حدیث ابوداود، نسائی، ترمذی اور مسند احمد وغیرہ میں بھی ہے مگر ان میں بھی مذکورہ الفاظ نہیں۔

☆ مصنف ابن ابی شیبہ کی کتاب الصلاۃ باب من كان يستحب إذا سلم أن يقوم أو ينحرف (۳۰۲/۱) میں یہ روایت موجود ہے لیکن 'ورفع يديه ودعا' کے الفاظ اس میں موجود نہیں جیسا کہ محترم حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ نے بھی اشارہ کیا ہے۔ان الفاظ کے اضافے کا معاملہ بھی ایک داستان ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چند اہل علم نے غلط فہمی سے اسے اپنی کتابوں میں نقل کر دیا اور ان کے بعد میں آنے والے دیگر اہل علم بھی اصل کتاب سے مراجعت کئے بغیر حوالہ دیتے رہے۔ مثلاً شیخ محمد بن مقبول الاہدل یمنی (متوفی ۱۲۵۸ھ) نے سب سے پہلے اپنے رسالہ سنية رفع اليدين في الدعا بعد الصلات المكتوبة میں اسے ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے نقل کیا۔ اسی طرح شیخ عبدالحی لکھنویؒ نے اپنی کتاب 'النافع الکبیر' کے آخر میں 'فرض نمازوں کے بعد دعاے اجتماعی' کے ثبوت کے لئے اس سے ملتی جلتی روایت ابن السنی کی سند سے ذکر کی۔ پھر ابن ابی شیبہ ہی کی روایت کی بنیاد پر سید نذیر حسین دہلوی، محمد عبدالربّ، سید حسین احمد وغیرہ نے بھی فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ دیکھئے فتاویٰ نذیریہ: ج۱/ص ۵۶۶، ۵۷۰۔ اسی طرح حافظ عبداللہ روپڑی نے بھی ابن ابی شیبہ کی اس روایت کے پیش نظر فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کے ثبوت کا فتویٰ دیا۔ دیکھئے فتاویٰ اہلحدیث: ج۲ص ۱۹۰ تا ۱۹۳۔ اسی طرح محمد علی المالکی (متوفی ۱۳۶۶ھ) نے اپنی کتاب مسلك السادات إلى سبيل الدعوات میں اور مولانا اشرف علی تھانوی (متوفی ۱۳۶۲ھ) نے اس کتاب کی تلخیص میں، پھر ظفر احمد تھانوی نے انہی کا تتبع کرتے ہوئے اعلاء السنن (۱۶۴/۴) میں اور علامہ بنوری نے معارف السنن (۱۲۳/۳) میں اسے ذکر کیا، حالانکہ اصل کتاب میں وہ الفاظ ہی نہ تھے کہ جن کی بنیاد پر مسئلہ مذکور ثابت کیا جارہا تھا۔ مذکورہ بالا یہ تفصیل شیخ ابوغدہ عبدالفتاح نے اپنی تالیف ثلاث رسائل فی استحباب الدعاء ص۱۳۸ تا ۱۴۰ میں رقم کی ہے۔ (محدث)

www.KitaboSunnat.com

3 ان حضرات کا استدلال حضرت ابوہریرہ کی اس روایت سے بھی ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ ہوکر یہ دعا کی: اللهم خلص الوليد بن الوليد وعياش بن أبي ربيعة ...... الخ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۵۵)

اس روایت میں کئی باتیں محل نظر ہیں......اوّل، تو اس میں بھی اجتماعی دعا کا ذکر نہیں۔ ثانیاً، اس میں راوی علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔ ثالثاً، اس روایت کی تین سندیں اور بھی ہیں جن میں رکوع کے بعد اس دعا کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی بن زید کو روایت میں وہم ہوا ہے کیونکہ مذکورہ دعا قنوتِ نازلہ تھی۔

4 ان حضرات کا استدلال فضل بن عباس سے مروی اس روایت سے بھی ہے کہ

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نماز دو رکعت ہے۔ ہر دو رکعت میں تشہد بیٹھو یعنی سلام پھیرو۔ خشوع وخضوع اور اطمینان کرو پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے ربّ کی طرف سیدھے پھیلاؤ اور یاربّ یاربّ کہو۔ جو شخص ایسا نہیں کرے گا، اس کی نماز ناقص ہوگی، ناقص ہوگی اور ایک دوسری روایت میں اس شخص کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ ایسا ایسا ہے۔''

یہ روایت مسند احمد، ترمذی، ابویعلی اور ابن خزیمہ وغیرہ میں ہے۔ اس کے بھی متعدد جوابات ہیں: ① اس کی سند میں عبداللہ بن نافع بن ابی العمیاء مجہول راوی ہے۔ ② اس روایت کا تعلق نفلی نماز سے ہے کیونکہ فرض نماز تو تین اور چار رکعت بھی ہوتی ہے۔ ائمہ حدیث ابوداود، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور بیہقی اس کو 'باب صلوٰۃ اللیل والنہار' کے تحت لائے ہیں اور امام ترمذی نے اس کو ما جاء في التخشع في الصلاة میں ذکر کیا ہے۔ ③ اگر اس روایت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس میں اجتماعی دعا کا ذکر ہی نہیں کیونکہ اس میں تو سب صیغے واحد کے ہیں۔

5 ان لوگوں کا استدلال حضرت عبداللہ بن زبیر کے ایک اثر سے بھی ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو سلام پھیرنے سے پہلے ہاتھ اٹھائے دیکھا تو کہا: ''رسول اللہ ﷺ نماز سے فراغت کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتے تھے۔'' (مجمع الزوائد)

واقعہ کے سیاق سے ظاہر ہے کہ یہ آدمی دوسروں کے سامنے انفراداً نماز پڑھ رہا تھا۔ اس لئے یہ قصہ نفلی نماز کا ہے، نہ کہ فرض کا۔ بنا بریں زیر بحث مسئلہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

6 نیز ان کا استدلال اس روایت سے بھی ہے کہ جو آدمی ہر نماز کے بعد اپنے دونوں

ہاتھ اٹھا کر کہے: اللھم الھی وإله ابراھیم......الخ تو اس کے ہاتھوں کو اللہ نامراد نہیں پھیرتا۔ (عمل الیوم واللیلہ از ابن السنی: ص ۱۲۱) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں راوی اسحٰق بن خالد ضعیف ہے اور عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بھی اس میں سخت ضعیف ہے اور تیسرا راوی خصیف بن عبدالرحمٰن کمزور حفظ والا (سیئ الحفظ) ہے یعنی اس کا حافظہ خراب ہے اور امام احمد نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

7 بعض لوگ اس روایت سے بھی استناد لیتے ہیں کہ

''جو شخص کسی قوم کا امام ہو تو اسے اپنے لئے ہی دعا نہیں کرنی چاہئے، اگر اس نے ایسا کیا تو اس نے قوم کی خیانت کی۔'' (مسند احمد، ابوداود، ترمذی)

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح (۶۳/۱) میں اور علامہ البانی نے ضعیف الجامع میں اس کو ضعیف کہا ہے۔ (۲۵۶۵)

بفرضِ تسلیم، اس کا تعلق اندرونِ نماز دعاؤں سے ہے، نماز سے فراغت کی دعاؤں سے نہیں۔ دوسری طرف امام ابن قیم نے 'زادالمعاد' میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ تمام نماز میں نبی ﷺ کی دعائیں بصیغہ مفرد ہیں تو پھر مقتدیوں کی شرکت کا کیا معنی ہوا، یہ بھی غور طلب معاملہ ہے۔ اور ابن خزیمہ نے حدیثِ ہذا کو غیر ثابت کہا ہے اور دعاءِ استفتاح اللھم اغسله من خطایاي...... پر انہوں نے باب قائم کیا ہے کہ امام کو اپنے لئے خصوصی دعا کرنے کی رخصت ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح ابن خزیمہ (۶۳/۳) اور امام ابن تیمیہ کا خیال ہے کہ یہ حدیث دعاءِ قنوت وغیرہ کے بارے میں ہے۔ (زادالمعاد: ج ۱/ص ۲۶۴)

نیز اس حدیث میں صرف امام کے لئے ہدایت ہے کہ اپنے لئے خاص دعا نہ کرے، اس میں یہ تو نہیں کہ مقتدی بھی ساتھ دعا کریں، لہٰذا اس حدیث سے بھی اجتماعی دعا پر استدلال کرنا ناقابل قبول ہے اور پھر یہ خطاب بحالتِ امامت ہے، سلام پھیرنے کے بعد والی کیفیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

عرصہ ہوا، گلبرگ لاہور میں ایک تقریب تھی جس میں استاذِ مکرم حافظ محمد محدث گوندلویؒ، مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ اور راقم الحروف شریک تھا۔ اس وقت مغرب کی نماز محدث گوندلوی نے

پڑھائی، بعد میں کسی نے کہا: حضرت دعاء کیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ میری امامت ختم ہوچکی ہے۔ان کا مقصود یہ تھا کہ امام اور مقتدی اب اِقتدا کی پابندی سے آزاد ہیں،اس لئے اجتماعی دعا کی ضرورت نہیں۔

اجتماعی دعا اور صحابہؓ وتابعینؒ کا طرزِ عمل

سوال میں جس روایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، غالبًا وہ فضل بن عباس کی روایت ہے جس کی حقیقت پہلے واضح ہوچکی۔بعض لوگوں کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کرنے پر تعامل اُمت ہے۔اب بالاختصار اس کی حقیقت کو ملاحظہ فرمائیں:

کتبِ احادیث میں مشہور قصہ ذوالیدین سے بھی اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ عہدِ نبوت میں نماز کے بعد اجتماعی دعا کا تصور نہ تھا۔صحیح بخاری کے الفاظ یوں ہیں: وخرج سرعان الناس وقالوا: أقصرت الصلاة یعنی ''مسجد سے جلدی نکلنے والے مقتدی یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ کیا نماز کم کردی گئی ہے۔''

اور صحیح بخاری میں باب التسلیم کے تحت حدیث ہے کہ حضرت اُمّ سلمہؓ نے فرمایا: ''نبی اکرم ﷺ جب سلام پھیرتے تو عورتیں فوراً اُٹھ کھڑی ہوتیں اور آپؐ تھوڑے سے وقفہ کے لئے تشریف رکھتے۔'' امام ابن شہاب زہریؒ کہتے ہیں کہ ''میرا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس لئے بیٹھے رہتے تاکہ عورتیں مردوں سے پہلے گھروں کو رخصت ہوجائیں۔'' اس حدیث کو امام بخاریؒ نے بھی سلام پھیرنے کے باب کے تحت نقل کیا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد بیٹھے رہنے کا عام حالات میں اس وقت معمول نہ تھا۔اس سے نماز سے فراغت کے بعد اجتماعی دعا کا تصور ناپید ہوجاتا ہے۔صحیح بخاری کے باب الذکر بعد الصلوٰۃ کی احادیث پرغور کیجئے یہاں صرف ذکرواذکار کی تصریح ہے جس سے اجتماعی دعا کی خود بخود نفی ہوجاتی ہے اور صحیح بخاری کے باب مکث الامام في مصلاہ بعد السلام اور باب من صلی بالناس فذکر حاجة فتخطاھم پر بار بار غور فرمایئے،حقیقتِ حال منکشف ہوجائے گی۔ان شاءاللہ

ابن ابی شیبہ (۳۰۲/۱) میں ہے کہ حضرت عمرؓ سلام پھیرنے کے بعد اِمام کے بیٹھے رہنے کو

بدعت قرار دیتے تھے اور عبداللہ بن عمر نماز کے اِتمام پر فوراً کھڑے ہوجاتے یا جاے نماز سے اُٹھ جاتے۔ (كتاب الصلوٰة باب من قال يستحب إذا سلم أن يقوم وينحرف: ۱/۳۰۱)

حضرت ابوعبیدہ بن جراح کی سلام کے بعد ایسی کیفیت ہوتی، گویا گرم پتھر پر تھے۔ فوراً اُٹھ کھڑے ہوتے۔ (ابن ابی شیبہ: ۱/۳۰۲)

نیز صحیح حدیث میں حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ كان رسول الله ﷺ لم يقعد إلا مقدار مايقول: اللهم أنت السلام......الخ ''رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد اللهم أنت السلام پڑھنے کے مقدار برابر بیٹھتے۔''

(صحیح مسلم: کتاب المساجد باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ وبیان صفتہ)

اور حضرت ابن مسعودؓ سے بھی رسول اللہ ﷺ کا عمل اس طرح مروی ہے۔ اگرچہ اہل علم نے اس حدیث کی مختلف توجیہیں کی ہیں مگر ایک ظاہری توجیہ یہ بھی ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں کہ سلام پھیرنے کے بعد آپ فوری تشریف لے جاتے۔

حسن بصری سلام کے بعد پیچھے ہٹ جاتے یا فوراً اُٹھ کر چلے جاتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۰۲)......اور طاؤس جب سلام پھیرتے تو بلا توقف فوراً اُٹھ کر چلے جاتے، بیٹھتے نہیں تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۰۲)...... ابن مسعودؓ جب سلام پھیرتے تو صف سے اُٹھ کر مشرق یا مغرب کی طرف چلے جاتے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم ۲/۳۲۲۱، ۲۴۴۳ اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۰۲)......نسائی میں ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نماز ہلکی اور پوری پڑھا کرتے تھے، پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ ﷺ سلام پھیرتے ہی اُٹھ جاتے، پھر میں نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ نماز پڑھی، وہ بھی سلام کے بعد کود کر اپنی جگہ سے کھڑے ہوجاتے، گویا کہ گرم پتھر پر تھے۔ (صحیح سنن نسائی: رقم ۱۲۹۴ للالبانی) ...... ابوالزناد کہتے ہیں کہ میں نے خارجہ بن زید سے سنا کہ وہ ان اماموں کے عمل کو کوتاہی شمار کرتے تھے جو سلام پھیرنے کے بعد بیٹھے رہتے ہیں اور فرماتے کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ امام اٹھ کر فوراً چلا جائے۔ (سنن کبریٰ بیہقی: ۶/۱۸۳)......شعبی اور ابراہیم نے بھی بیٹھے رہنے کو مکروہ سمجھا ہے۔ (سنن کبریٰ بیہقی:

۱۸۲/۲)......اور یہ بات حضرت عمر سے بھی منقول ہے۔(سنن کبریٰ بیہقی:۱۸۲/۲)......
فقہ مالکی کی کتاب المدونة میں امام مالک کا قول منقول ہے کہ امام کو سلام کے فوراً بعد اُٹھ کر چلے جانا چاہئے، بیٹھے نہیں رہنا چاہئے۔ان آثار کو ذکر کرنے سے مقصود عملاً اجتماعی دعا کی نفی ہے ورنہ اگر کوئی بیٹھا رہے تو اسکا بھی جواز ہے جس طرح کہ دیگر روایات میں تصریح ہے.

فتوی اللجنة الدائمة

سعودی عرب میں کبار علما پر مشتمل اللجنة الدائمة نے بھی اس بارے میں فتوی صادر کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں

"عبادات کی جملہ اقسامِ توقیفی ہیں۔جس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی ہیئات اور کیفیات کا طریق کار کتاب و سنت سے ثابت ہونا چاہئے۔نماز کے بعد اجتماعی دعا کی مزعومہ صورت کا ثبوت نبی اکرم ﷺ کے قول، فعل اور تقریر سے نہیں ملتا۔ساری خیر اسی میں ہے کہ ہم آپؐ کی ہدایت کی پیروی کریں۔

نماز سے فراغت کے بعد آپؐ جو وِرد و وظائف پڑھتے تھے، وہ مستند دلائل سے ثابت ہیں بعد میں انہی وظائف پر آپ کے خلفاءِ راشدین، صحابہ کرام اور ائمہ سلف صالحین کار بند رہے۔رسول اللہ ﷺ کے فرامین کے خلاف جو طریقہ ایجاد کیا جائے گا، وہ مردود ہے۔ نبی رحمت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهورد جو دین میں نیا طریقہ ایجاد کرے، وہ ناقابل قبول ہے۔

جو امام سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اور اس کے مقتدی بھی ہاتھ اٹھائے آمین، آمین کہتے ہیں، ان حضرات سے مطالبہ کیا جائے کہ نبی ﷺ کے عمل سے دلیل پیش کریں ورنہ اس عمل کی کوئی حقیقت نہیں، وہ ناقابل قبول اور مردود ہے۔جس طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ﴾ سنت سے ہمیں کوئی دلیل نہیں مل سکی جو ان کے دعویٰ کی مستند بن سکے۔" (فتاویٰ اللجنة الدائمة:۹۹/۷)

اس فتویٰ کو میں نے اپنی عربی تصنیف جائزة الأحوذي في التعليقات السلفية على سنن الترمذي میں بھی درج کیا۔راقم السطور نے بلادِ عربیہ کا بالعموم اور سعودی عرب کا بالخصوص متعدد مرتبہ دورہ کیا ہے، کسی مقام پر نماز کے بعد اجتماعی دعا کا عمل نظر نہیں آیا۔دراصل یہ برصغیر میں ہندوستانی اور پاکستانی بعض سلفیوں اور

اکثر حنفیوں کی ایجاد ہے۔اس کو دین کا حصہ سمجھ لیا گیا ہے۔کیا ان ممالک میں رہائش پذیر سب جاہل اور مسئلہ ہذا سے نابلد ہیں، حقیقتِ حال اس کے برعکس ہے۔ ☆ ہم سب کا فرض ہے کہ اس پر غور وفکر کریں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (العنكبوت:٦٩)

''اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی، ہم ان کو ضرور اپنے رستے دکھا دیں گے۔''

بنا بریں کتاب وسنت کے سچے اور مخلص داعی کا فرض ہے کہ قائلین اور فاعلین سے اس سلسلہ میں نص صحیح وصریح کا مطالبہ کرے۔ بصورتِ دیگر ان کو اپنے غلط موقف سے رجوع پر مجبور کرے۔ علَى التوفيق بيد الله دیگر ضمنی سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔ اہلحدیث کا مسلک چونکہ کتاب وسنت ہے بسا اوقات نصوص کے فہم کی بنا پر اختلاف پیدا ہوجاتا ہے، اس بنا پر یہ فعل قابل مذمت نہیں۔

☆ حافظ صاحب کے تفصیلی فتویٰ سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ آپ اجتماعی دعا کی مطلق طور پر نفی کررہے ہیں بلکہ بعض استثنائی صورتوں میں آپ اجتماعی دعا کے قائل ہیں مثلاً ہفت روزہ الاعتصام (ج۵۴/ عدد۱۶ بابت ۲۶/اپریل تا ۲مئی ۲۰۰۲ء:ص۹) میں حافظ صاحب ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں

''رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے بارش کے لئے اجتماعی دعا کی تھی چنانچہ صحیح بخاری میں ہے ''فرفع رسول اللّٰہ یدیه یدعو ورفع الناس أیدیهم معه یدعون......'' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بوقتِ حاجت یا ضرورت اور کسی سبب کی بنا پر اجتماعی دعا کا جواز ہے۔

☆ اسی طرح ایک اور سائل کا جواب دیتے ہوئے حافظ صاحب رقم طراز ہیں

''حضرت عثمانؓ منبر پر تشریف فرما تھے کہ عمرو بن عاصؓ نے عرض کیا کہ آپ نے تو اس اُمت کو تباہی کے کنارے پر لا کھڑا کیا ہے۔لہٰذا آپ اور دوسرے لوگ بھی آپ کے ساتھ توبہ کریں۔علقمہ کا بیان ہے کہ آپ نے قبلہ رخ ہوکر ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اللهم إنی استغفرك و أتوب إلیك اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھائے۔

☆ اسی طرح موصوف اپنے ایک فتویٰ (الاعتصام،۱۲/جنوری ۲۰۰۱ ص۱۱) میں رقم طراز ہیں کہ

''ہمارے شیوخ محدث روپڑیؒ اور محدث گوندلویؒ نماز کے بعد اجتماعی دعا کے عملاً قائل و فائل نہ تھے، الا یہ کہ کسی کی طرف سے دعا کی درخواست ہو۔ چنانچہ مقتدیوں میں سے کسی کے تقاضے پر یا امام کی کسی ضرورت اور مطالبے پر اجتماعی دعا کرنا جائز ہے جبکہ اسے نمازوں میں معمول بنالینا خلافِ سنت ہے۔'' (محدث)

www.KitaboSunnat.com

۲۔ جب یہ عمل سنتِ صحیحہ سے ثابت نہیں تو بلا شبہ بدعت ہے۔مخالفین کے دلائل کی بنا شرعی عمومات پر ہے، جو محلِ اختلاف میں مفید نہیں۔

۳۔ ظاہر ہے کہ جو شئی سنت سے ثابت نہیں، وہ بدعت ہے۔

۴۔ عبادات میں اصل توقف ہے، اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

۵۔ انفرادی دعا کا آدمی کو ہر وقت اختیار ہے، جس مناسب وقت میں چاہے مانگ سکتا ہے لیکن ہمیشہ ایک وقت کا التزام نہیں کرنا چاہیے۔

۶۔ جمعہ کی نماز کے بعد والی دعا کا حکم بھی نماز کے بعد اجتماعی دعا جیسا ہے، تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔

اس مسئلے کے بارے میں 'کتاب الاعتصام' از امام شاطبی لائق مطالعہ ہے۔

اللہ ربّ العزت جملہ اہل اسلام کو کتاب وسنت کے صحیح فہم کی توفیق عطا کرے۔ آمین

اجتماعی دعا پر حنفی علماء کا موقف

اس موضوع پر ایک مخلص حنفی دوست☆ اشاعتِ دین کا جذبہ صادقہ رکھنے والے نے درج ذیل تحریر میرے سپرد کی ہے، ان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''آپ کو معلوم ہے کہ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں نماز کے بعد اجتماعی دعا کبھی بھی نہیں ہوتی اور نہ دعا بعد الفرائض میں رفع یدین ہوتا ہے۔ پاکستان میں بھی اہل حدیث کی اکثر وبیشتر مساجد میں نماز کے بعد اجتماعی دعا نہیں ہوتی۔ دعا بعد الفرائض انفراداً رشید احمدؒ (بانی ہفت روزہ 'ضربِ مؤمن' اور روزنامہ 'اسلام') اپنی مشہور تالیف 'نمازوں کے بعد دعا' یعنی زبدة الكلمات في حكم الدعاء بعد الصلوات میں احادیث، عباراتِ فقہ، الروايات المزيدة، العبارات المزيدة کے تحت پوری تحقیقات کے بعد مندرجہ ذیل فتویٰ صفحات ۱۹ اور ۲۰ پر صادر فرما چکے ہیں۔

حاصل کلام: زبدة الكلمات مع ضمیمہ میں مندرجہ تحقیقات کا حاصل یہ ہے:

۱۔ نماز کے بعد اجتماعی دعا کا مروّجہ طریقہ بالاجماع بدعتِ قبیحہ ہے۔

۲۔ دعا بعد الفرائض میں رفع یدین نہیں، إلا ان يدعو أحيانا لحاجة خاصة (الا کہ کبھی کسی خاص ضرورت کے لئے ایسا کیا جائے)

☆ محترم محمد سرور صاحب نے یہ تحریر ماہنامہ القاسم ج۶ رعدد ۱۱ (مارچ ۲۰۰۳ء) ص ۱۹ میں بھی شائع کرائی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

۳۔ امام مالک اور امام طرطوشی اور ان دونوں کے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر نماز کے بعد فارغ ہوتے ہی امام کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا لازم ہے۔

۴۔ عندالاحناف بھی امام کا فجر وعصر کے سوا نماز کے بعد تین بار استغفار اور دعا اللهم أنت السلام…… الخ سے زیادہ دیر بیٹھنا مکروہ ہے۔ اس دعا میں نہ رفع یدین ہے، نہ اجتماعیت۔ امام ومقتدی ہر شخص بلا رفع یدین سراً وانفراداً یہ مختصر سی دعا مانگ کر سنتوں میں مشغول ہوجائے۔

فجر وعصر کے بعد اس شرط سے بیٹھنا جائز ہے کہ اوراد واَدعیہ میں امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی رابطہ نہ رہے۔ نماز کے بعد کی دعا میں اجتماعیت بدعت ہے۔ امام ہو یا مقتدی ہر شخص اپنے طور پر انفراداً، سراً بلا رفع یدین دعا مانگے۔ فرض کے بعد کی دعا میں رفع یدین نہیں، البتہ کبھی کبھار کسی خاص ضرورت سے کوئی دعا مانگنا چاہے تو رفع یدین کرسکتا ہے مگر دوسروں کے سامنے التزام نہ کرے تاکہ کسی کو فرض کے بعد کی دعا میں رفع یدین کا شبہ نہ ہو۔

۵۔ نوافل کے بعد انفراداً ہاتھ اٹھا کر طویل دعا مسنون ہے۔

۶۔ دعا کے لئے اجتماع بدعت ہے، البتہ کسی دوسرے مقصد کے لئے اجتماع ہو تو اس میں اجتماعی دعا جائز ہے۔ والله الهادي إلى سبيل الرشاد وهو العاصم من المحدثات في الدين والبدع والضلال (۹/ربیع الاوّل ۱۴۰۹ھ)

اس تالیف کے صفحات ۲۰ تا ۲۴ پر مذکورہ بالا فتویٰ کی موافقت اور تائید میں عصر حاضر اور ماضی قریب کے اکابر کی تحریرات بھی کلمۃ الجامع کے عنوان کے تحت پیش کی گئی ہیں۔

مندرجہ بالا فتویٰ مندرجہ ذیل آیاتِ مبارکہ کے بھی عین موافق معلوم ہوتا ہے:

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ (الاعراف:۵۵)

﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾ (الاعراف:۲۰۵)

اگرچہ کچھ حنفی دیوبندی مساجد میں بھی نماز کے بعد اجتماعی دعا اور دعا بعد الفرائض میں رفع یدین کی بدعت آہستہ آہستہ ختم ہورہی ہے لیکن حنفی مساجد میں اس فتویٰ پر عمل درآمد کی رفتار بہت سست ہے جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ فتویٰ مذکورہ بالا تالیف کے اَوراق میں ہی دَب کر رہ گیا ہے، عوام کے سامنے آیا ہی نہیں۔ اس تالیف میں بھی یہ فتویٰ، فتویٰ کے عنوان سے نہیں بلکہ 'حاصل کلام' کے عنوان سے چھپا ہے۔ اس طرح یہ فتویٰ عوام کی نظروں سے اوجھل رہا ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس فتویٰ کی خوب تشہیر ہوتا کہ لوگ اس

www.KitaboSunnat.com

پرعمل درآمد کی طرف متوجہ ہوں۔

امید ہے کہ آپ بھی مذکورہ بالافتویٰ سے پوری طرح متفق ہوں گے۔اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس فتویٰ کو اپنے تائیدی نوٹ کے ساتھ دارالافتاء اوراحکام و مسائل کے زیرعنوان بالترتیب ماہنامہ 'محدث' اورہفت روزہ 'الاعتصام' کی قریبی اشاعت میں شائع کرواکرعوام کواس بدعت کے چنگل سے نجات حاصل کرنے میں مدد ورہنمائی فرماکرثوابِ دارین سے مستفید ہوں۔'' (چوہدری محمدسرور، جوہرٹاؤن لاہور)

اسی موضوع پر دیگر کتب ومضامین ① التحفة المرغوبة فی أفضلية الدعاء بعد المكتوبة از شیخ محمد ہاشم سندھی ② المنح المطلوبة في استحباب رفع اليدين في الدعاء بعد الصلوت المكتوبة از حافظ احمد بن محمد بن صدیق الغماری المغربی ③ سنية رفع اليدين فی الدعاء بعد الصلوات المكتوبة از محمد بن عبدالرحمٰن الاہدل یمنی (شیخ ابوغدہ نے ان تینوں رسالوں کو اپنی تعلیق و تخریج کے ساتھ یکجا کرکے شائع کیا ہے) ④ مسلك السادات إلى سبيل الدعوات بعد الصلوات المكتوبات از شیخ محمد علی المالکی المکی ⑤ استحباب الدعوات عقيب الصلوات از مولانا محمد اشرف علی تھانوی ⑥ حسن التفهم والدرك لمسألة الترك از عبداللہ الغماری ⑦ الأذكار المسنونة بعد الصلوات المكتوبة از ظفر الحسن ⑧ التحقيق الحسن في نفي الدعاء الاجتماعي بعد الفرائض والسنن از عماد الدین حنفی دیوبندی بلوچستانی ⑨ زبدة الكلمات في حكم الدعا بعد الصلوات از مفتی رشید احمد حنفی ⑩ النفائس المرغوبة فی حكم الدعا بعد المكتوبة از مفتی کفایت اللہ (١١) 'فرض نمازوں کے بعد دعائے اجتماعی کے فضائل و دلائل' از عبدالجبار سلفی (١٢) الدعاء ؛ روح عبادت از بشیر الرحمٰن سلفی (١٣) اجتماعی دعا کی شرعی حیثیت از رانا محمد اسحٰق (١۴) فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا از مولانا محمد عبدالمعبود (١۵) اجتماعی دعا از مولانا صفدر عثمانی

ضمنی طور پر درج ذیل علما نے اجتماعی دعا پر بحث کی ہے، چند ایک کا تذکرہ حسبِ ذیل ہے:

① شیخ الاسلام ابن تیمیہ فی مجموع الفتاویٰ (٥١٩/٢٢) نیز الفتاویٰ الکبریٰ (١٨٨/١ تا ٢٠٥) ② امام شاطبی فی الاعتصام (٢٥٢/١ ، ٢٦٩، ٣٥٣، ٣٦٧) ③ ابن قیم فی زادالمعاد (٢٥٧/١) ④ ابن الحاج فی المدخل (٢٧٦/٢) ⑤ شیخ ابن باز فی فتاویٰ وتنبیہات (ص:٣١١) ⑥ شیخ صالح بن عثیمین فی فتاویٰ (٣٦٧/١، ٣٦٧) ⑦ سید نذیر حسین محدث دہلوی فی فتاویٰ نذیریہ (ج١/ص٥٦٦ تا ٥٧٠) ⑧ حافظ عبداللہ محدث روپڑی فی فتاویٰ اہلحدیث (ج٢/ص١٩٠ تا ١٩٣) ⑨ عبدالرؤف بن عبدالحنان فی القول المقبول فی شرح وتعلیق صلوٰۃ الرسول (ص٤٨٩ تا ٥٠٠)

علاوہ ازیں درج ذیل رسائل و جرائد میں بھی اس موضوع پر بحثیں موجود ہیں:

① الاعتصام ج٥٤ عدد ١٦؛ ١٢ تا ١٨ جنوری ٢٠٠٢ء (ص ١٠ تا ١١) ② ایضاً عدد٧؛ ٢٣ فروری تا یکم مارچ، (ص١٣) ③ ایضاً عدد١٩؛ ٢٥ تا ٣١ مئی (ص ٧ تا ١١) ④ ایضاً عدد٢٢؛ ١٥ تا ٢١ جون ٢٠٠٢ء (ص١١ تا ١٥) ⑤ ماہنامہ شہادت ج١ عدد٣؛ مارچ ٢٠٠٢ء (ص٤٠) ⑥ ایضاً عدد١٠؛ اکتوبر ٢٠٠٢ء (ص٤٠) ⑦ ماہنامہ القاسم ج٦ عدد١١؛ مارچ ٢٠٠٣ء (ص١٩) ⑧ ایضاً عدد١٢؛ اپریل ٢٠٠٣ء (ص١٦) [فہرست تیار کردہ: ادارہ محدث]

www.KitaboSunnat.com